شریعت، طریقت اور اجتماعیت پر مبنی دینی شعور کا نقیب

ماہنامہ رحیمیہ لاہور

رحیمیہ کا انگلش ایڈیشن ہماری ویب سائٹ پر پڑھا جاسکتا ہے۔

زیرِ سرپرستی: حضرت اقدس مولانا
شاہ سعید احمد رائے پوری
دامت برکاتہم العالیہ
مسند نشین سلسلہ عالیہ رحیمیہ رائے پور

ستمبر 2012ء / شوال، ذیقعدہ 1433ھ – جلد نمبر 4، شمارہ نمبر 9 – قیمت فی شمارہ: مبلغ 15 روپے – سالانہ ممبر شپ: مبلغ 180 روپے – تین سالہ ممبر شپ: مبلغ 400 روپے

حضرت اقدس مولانا

ارشادِ گرامی شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہ

مسند نشین ثانی خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

فرمایا کہ: ’’(ہندوستان کے) اوپر تو انگریز کی قوت مسلط ہے، اس لیے ہندو یا مسلمان، جو آپس کی لڑائی میں بہادر بنتے ہیں، فضول ہے۔ فساد ہونے کے بعد اس کے فوٹو اور ریکارڈ جب انگریز مہیا کرلیتا ہے تو پھر فساد کرنے والوں کو مقدمات میں پیس دیا جاتا ہے۔ جس کی مدد کرنا انگریز کی مصلحت ہوتی ہے، اُس کو ابھار دیا جاتا ہے اور ہندوستانی حکام اور وزرا کی حکومت پر نالائقی کی مہر لگا دی جاتی ہے۔ اور اپنے (ہندوستان میں) قیام کے جواز کا فتویٰ تصنیف کرلیا جاتا ہے۔

اگر اوپر انگریز مسلط نہ ہو تو اس فساد کا، خواہ یہ ظلم ہی ہے، کوئی تو نتیجہ نکلے، کہ جس قوم کا جہاں زور جم جائے، وہ جگہ اس کے تسلط میں آجائے۔ مگر اس وقت تو خواہ ہندو ہوں یا مسلمان، لڑنے والے فضول لڑتے اور اپنے ملک اور قوم کو نقصان ہی پہنچاتے ہیں، خود مصائب اٹھاتے ہیں۔ اس طرح کے فسادوں کا کوئی نتیجہ نہیں۔ ہاں! مل کر انگریز کو نکال دیں تو پھر اس لڑائی کا اچھا بُرا کچھ تو نتیجہ نکلے۔ اب تو یہ سب بے وقوفی، بے معنی اور سراسر اپنے ملک اور قوم کی کھلی تباہی ہے۔‘‘

(مجلس 02 ذی الحج 1365ھ / 28 اکتوبر 1946ء۔ مقام: رائے پور)

(ارشادات حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص: 87-85۔ طبع: مکتبہ رشیدیہ، لاہور)

مجلس ادارت

صدرِ مجلس: ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن
مدیرِ اعلیٰ: مفتی عبدالخالق آزاد
مدیر: محمد عباس شاد

درسِ قرآن
احکاماتِ الٰہی کے مطابق عمل نہ کرنے کی سزا

درسِ حدیث
اچھوں اور بُروں کی پہچان

اداریہ
ملکی استحکام اور قومی مفاہمت کی ضرورت

خطبہ جمعۃ المبارک
اجتماعی نقطۂ نگاہ سے قرآنِ حکیم کے مطالعے کی اہمیت

رفتارِ کار
ناظمِ اعلیٰ ادارہ رحیمیہ کا دورۂ جنوبی پنجاب

دینی مسائل
دینی حوالے سے آپ کے سوالات کے جوابات

ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) رجسٹرڈ
رحیمیہ ہاؤس، 33/A کوئینز روڈ (شارع فاطمہ جناح) لاہور
092-42-36307714,36369089-www.rahimia.org
Email: info@rahimia.org

کراچی کیمپس
رحیمیہ ہاؤس 9/A، سینٹر پوائنٹ سوسائٹی، بلاک نمبر 21
راشد منہاس روڈ، فیڈرل بی ایریا، کراچی
0092-21-36321616,36320707

راولپنڈی کیمپس
رحیمیہ ہاؤس، N.A-7، سیونتھ روڈ
سیٹلائٹ ٹاؤن، راولپنڈی
0092-51-4581357-58

ملتان کیمپس
رحیمیہ ہاؤس 30/A، سٹریٹ نمبر 2، خان کالونی
چونگی نمبر 7، ایل ایم کیو روڈ، ملتان
0092-61-6212021

سکھر کیمپس
فلیٹ نمبر 111، 1st فلور، رائل اپارٹمنٹ
ریس کورس روڈ، سکھر
0092-71-5615185

rahimia.org

درسِ قرآن

تشریح: امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ

احکاماتِ الٰہی کے مطابق عمل نہ کرنے کی سزا

مَثَلُ الَّذِیۡنَ حُمِّلُوا التَّوۡرٰىةَ ثُمَّ لَمۡ یَحۡمِلُوۡهَا کَمَثَلِ الۡحِمَارِ یَحۡمِلُ اَسۡفَارًا ؕ بِئۡسَ مَثَلُ الۡقَوۡمِ الَّذِیۡنَ کَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ لَا یَهۡدِی الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِیۡنَ ۝ (5:62)

(ان لوگوں کی مثال، جنھیں تورات اٹھوائی گئی، پھر انھوں نے اسے نہ اٹھایا، گدھے کی سی مثال ہے جو کتابیں اٹھاتا ہے۔ ان لوگوں کی بہت بری مثال ہے، جنھوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں کرتا۔)

انقلاب کے لیے موت سے بے خوفی کی ضرورت ہے۔ یہود اِس طرح کی بزدلی اور منافقت کا مجسمہ ہیں۔ ان کا اس بات کو نہ سمجھنا کہ تعلیم موت سے نڈر ہوئے بغیر جاری نہیں رہ سکتی، ان کو انسانیت سے گرا دیتا ہے۔ وہ جس تحریک کے حامل ہیں، وہ اعلیٰ درجے کی انسانیت کی تحریک ہے۔ جس تحریک میں کسی درجے کی بھی انسانی عزت و شرف کا شائبہ ہو، وہ بھی دنیا میں اس وقت تک کامیاب نہیں ہوسکتی اور نہ اس کی تعلیم جاری رہ سکتی ہے، جب تک اس کے معلّم اور مبلغ موت سے نڈر ہو کر آگے نہ بڑھیں۔ یورپ کی انقلابی سوسائٹیوں کو دیکھ کر یہ فکر بالکل صاف ہو جاتا ہے۔ وہ لوگ انسانیت کی تھوڑی بہت اور جزوی خدمت کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو بھی ان کو موت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس کے باوجود وہ بے خوف ہو کر آگے بڑھتے ہیں اور کامیاب ہوتے ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ علما کی ایک جماعت ہے، جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تعلیم کی حامل ہے۔ وہ یہ ضرورت محسوس نہیں کرتی کہ اسے اس تعلیم کو آگے بڑھانے کے لیے موت سے بے خوف ہو کر کام کرنا چاہیے، وہ اس کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔ وہ اس ڈیوٹی کے لوازم محسوس نہیں کرتے۔ نام تو ہے کہ وہ تورات سکھانے والے ہیں، مگر سکھانے کی جو شرطیں ہیں وہ اپنے اندر پیدا نہیں کرتے۔ اس صورت میں اس کے سوا کیا کہا جاسکتا ہے کہ وہ انسانیت سے گر گئے ہیں۔ کیوں کہ انسانیت کا تقاضا تو یہ ہے کہ جس تعلیم کو قبول کیا ہے، اسے آگے بڑھانے کے لیے موت تک قبول کی جائے۔ پس وہ نِرے گدھے ہیں اور کتابیں لادے پھرتے ہیں۔ مگر ان کا مطلب نہیں سمجھتے جس سے ان کے دلوں میں کام کا ارادہ پیدا ہو۔ گدھے پر کتابیں لادو، اسے کچھ خبر نہیں ہوگی کہ کتابیں ہیں یا اینٹیں۔

قرآن حکیم جیسی تعلیم میں ان کو گدھا کہنا معمولی بات نہیں ہے۔ انھوں نے ظلم کی بنیاد ڈال دی ہے۔ انصاف کا ایک قانون ایک قوم مانتی ہے تو وہ دنیا میں بہترین نمونہ پیش کر سکتی ہے۔ اب انصاف کے اتنے بڑے قانون کو جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعے سے دنیا میں پھیلا، بے کار اور بے ثمر بنا دینا اور اس کی تعلیم برائے نام جاری رکھنا اور ایسے نمونے تیار کرنا جن سے کوئی شخص تربیت نہ پا سکے، بہت بڑے ظلم کی بنیاد ڈالنا ہے۔ پھر یہ لوگ اپنے آپ کو مجرم تک نہیں مانتے تو گویا حضرت موسیٰؑ کی تعلیم ان کے نزدیک صحیح نہیں تھی اور صحیح طریقہ وہ ہے، جس پر یہ لوگ خود چل رہے ہیں۔ یہ اللہ کی آیات کو صاف طور پر جھٹلانا ہے۔ سیاسی کاموں میں اس طرح نہیں ہوسکتا کہ ایک تحریک کی تائید کرنے والا ہو اور ایک اس کی مخالفت کرنے والا ہو اور یہ دونوں اس کے مؤید مان لیے جائیں۔ یہ حقیقت میں اس تحریک کی تکذیب ہے۔ کام سے انکار کر دینے کا مطلب یہ ہے کہ جہاں دینی کام میں سَر جاتا نظر آتا ہے اس سے انکار کر دینا۔ ان لوگوں کو ایک دفعہ صحیح بات سمجھا دی گئی ہے، مگر اب وہ اس پر عمل کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے۔ اس لیے اب ان کو نیا نبی دینا ضروری نہیں۔ نبی ایسی مُردہ جماعت کے سامنے آ کر کیا کرے گا؟

درسِ حدیث

تشریح: حضرت مولانا خواجہ عبدالحیٔ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

اچھے لوگوں اور بُرے لوگوں کی پہچان

عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ غَنْمٍ وَ أَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيْدَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: "خِيَارُ عِبَادِ اللّٰهِ إِذَا رُأُوْا، ذُكِرَ اللّٰهُ. وَ شِرَارُ عِبَادِ اللّٰهِ، الْمَشَّاءُ وْنَ بِالنَّمِيْمَةِ، الْمُفَرِّقُوْنَ بَيْنَ الْأَحِبَّةِ، اَلْبَاغُوْنَ الْبُرَاءَ الْعَنَتَ."

(حضرت عبدالرحمٰنؓ بن غنم اور اسماءؓ بنت یزید سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: 'اللہ عزوجل کے بہترین بندے وہ ہیں کہ جن کی صورت دیکھتے ہی اللہ یاد آجائے اور اللہ کے بدترین بندے وہ ہیں، جو لوگوں سے ایک دوسرے کی بُرائی کرتے پھرتے ہیں۔ دوستوں میں جدائی اور تفریق ڈال دیتے ہیں اور بے گناہ کے سر پر مصیبت لاتے ہیں۔)

(مشکوٰۃ شریف. کتاب الآداب. باب فی الغیبۃ و الشتم. الفصل الثالث)

اللہ کے سب سے زیادہ نیک بندوں کی پہچان اس حدیث میں یہ بتائی گئی ہے کہ ان کو دیکھتے ہی اللہ یاد آجاتا ہے۔ وہ اپنی زبان سے نہیں کہتے کہ ہم عالم ہیں، شریعت پر چلتے ہیں، ہماری بات مانو، وغیرہ وغیرہ۔ اور نہ وہ اپنے مریدوں اور ملنے جلنے والوں سے اپنے آپ کو مولوی، پیر جی، مولانا وغیرہ کہلوانا چاہتے ہیں۔ ان کے اَخلاق و عادات ہی کچھ ایسے ہوتے ہیں کہ بغیر کچھ کہے سنے فقط انھیں دیکھ کر ہی دل پر اچھا اثر پڑتا ہے۔ وہ دوسروں سے زیادہ بھڑک دار یا نرالی وضع کا لباس، پگڑی، جبہ، قبا، کچھ نہیں پہنتے۔ عام سادی وضع قطع میں رہتے ہیں، لیکن دل ہے کہ ان کی طرف خواہ مخواہ کھچا چلا جاتا ہے۔ وہ لوگوں سے بھاگتے ہیں، مگر لوگ ان کی طرف بھاگتے ہیں۔ ایسے پُرکشش بندے آج کل تو برائے نام ہیں۔ اب تو اکثر نام نہاد لوگ لاکھ ترکیبیں کرتے ہیں کہ کسی طرح لوگ انھیں پوچھیں، ان کے گرویدہ ہوں۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بدترین لوگ وہ ہیں کہ اِس سے اُس کی اور اُس سے اِس کی برائیاں کرتے پھرتے ہیں۔ دوستوں کے درمیان باہم لڑائی کروا دینا، ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہوتا ہے۔ ایسے لوگ بے گناہ اور بھولے بھالے لوگوں کو بدنام کرتے ہیں۔ اچھے اور شریف لوگوں کا ان کے ہاتھ سے ناک میں دم ہوتا ہے۔ زبان درازی میں کوئی ان کی برابری نہیں کر سکتا۔ تکبر اور غرور کے ساتھ مونچھوں پر تاؤ دیتے اور مزے سے دندناتے پھرتے ہیں۔ ذرا گن کر تو بتایئے کہ آج کل ایسے لوگوں کی تعداد کتنی ہے۔

اس ارشادِ نبویؐ سے واضح ہوتا ہے کہ نیکی وضع قطع سے نہیں ملتی، وہ تو انسان کے اعمال و اَخلاق سے ملتی ہے۔ اعلیٰ اَخلاق انسان کی پہچان ہیں۔ انسانوں کے ساتھ خیرخواہی رکھنا، مشکلات میں ان کی مدد کرنا، تعاونِ باہمی کو فروغ دینا، انسانیت کی خدمت کرنا، امن و امان قائم کرنے کے لیے جدوجہد اور کوشش کرنا، عدل و انصاف کے فروغ کے لیے جان و مال کی قربانی دینا اور پھر یہ تمام کام صرف اللہ کی رضا اور خوشنودی کے لیے کرنا، ہر وقت رضائے خداوندی کو پیشِ نظر رکھ کر تمام کام سرانجام دینا، یہ وہ اعلیٰ اَخلاق ہیں، جن سے انسان سچا خداپرست بنتا ہے۔ ان اعمالِ صالحہ کا نور ایسے لوگوں کے چہرے پر صاف محسوس ہوتا ہے۔ ایسے سچے ولی کے چہرے پر نظر پڑنے سے خدا کی یاد پیدا ہوتی ہے اور اس کے سچے بندوں کا تعارف حاصل ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسان کا عمل اور اس کا باطن اچھا ہو تو اس کے اندر ایک قدرتی کشش ہوتی ہے۔ جب کہ ایسے لوگ، جو دوسروں کا بُرا چاہیں، دوستوں کے درمیان لڑائی جھگڑا پیدا کریں، بے گناہ لوگوں کو بدنام کریں، وہ خود بُرے ہوتے ہیں۔

rahimia.org

اداریہ

ملکی استحکام اور قومی مفاہمت کی ضرورت

ملکی منظرنامے پر ایک نظر ڈالنے سے ہی یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اس وقت ملک میں سیاسی، معاشی اور سماجی حوالے سے انتشار اور عدمِ استحکام پایا جاتا ہے۔ ملک کا ہر ادارہ اور اداروں کے سرکردہ افراد ذاتی، گروہی اور طبقاتی مفادات کی جنگ میں بُری طرح ملوث ہو چکے ہیں۔ عدل و انصاف کے ایوانوں میں بیٹھنے والے ''منصِفین'' انتظامیہ کے ذمہ دار افراد کے خلاف فیصلے صادر کر رہے ہیں۔ انتظامیہ، مقنّنہ کا سہارا لے کر عدلیہ پر اپنی بالادستی کا راگ الاپ رہی ہے۔ ایک طرف عدالتی ایوانوں میں ملکی اداروں کے افسران کی روزانہ پیشیاں ہو رہی ہیں اور خودساختہ تصورات کے تحت ''تاریخ'' بنائی جا رہی ہے۔ کوئٹہ میں عدل کی مسند سجا کر ملک کے تمام مقتدر اداروں اور سربراہوں کو اپنے روبرو پیش کر کے ''تاریخ بنانے'' کا ''عادلانہ حکم'' جاری ہوتا ہے۔ دوسری طرف ایک صوبے کے پولیس سربراہ عدلیہ کے اقدامات پر سیخ پا ہیں۔ اور نوآبادیاتی دور کے تصورات کے تحت ارشاد فرماتے ہیں: ''پولیس کو دہشت کی علامت ہونا چاہیے۔'' اُدھر کراچی میں گینگ لارڈز سیاسی جماعتوں کے کندھے استعمال کر کے پولیس اور رینجرز کو بے دست و پا کر کے ''لیاری'' سے نکالنے پر شاداں و فرحاں نظر آتے ہیں۔ اِدھر قانون کی بالادستی کے دعوے دار ''وکلا'' اور قانون نافذ کرنے والی ''پولیس'' کے درمیان آئے روز پُرتشدد واقعات بڑھتے جا رہے ہیں۔ ایک دوسرے کی وردیاں پھاڑنے کا عمل جاری ہے۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ قانون کو اپنی شناخت کے طور پر منوانے والے لاقانونیت کے مظاہر پر اُتر آئے ہیں۔

معاشرے، انسانیت دوست اقدار پر مبنی آئین و قانون کی بالادستی سے ترقی اور استحکام حاصل کرتے ہیں، جب کہ یہاں قانون کے رکھوالے ہی جنگل کا قانون نافذ کرنے پر اصرار کر رہے ہیں۔ معاشی بحران اس کے سوا ہے۔ اس سال کے بجٹ کو پورا کرنے کے لیے معاشی مشکلات کا پہاڑ سامنے کھڑا ہے۔ اس کے لیے قومی خودمختاری کا سودا کر کے معاشی وسائل کی بھیک حاصل کی جا رہی ہے۔ کرپشن اور لوٹ مار کا دور دورہ ہے۔ وفاقی اور صوبائی حکومتوں کے ذمہ داران اس بہتی گنگا میں ہاتھ دھونے کے لیے مسلسل کوشاں ہیں۔ مذہبی حوالے سے حال یہ ہے کہ ایسے علما کو چن چن کر قتل کیا جا رہا ہے، جو کسی بھی درجے میں قرآن و سنت کے فروغ کے لیے کوشش کر رہے ہیں۔ ان کی شہادت پر ٹسوے بہانے والے چالاک مذہبی نمائندے، اس پس منظر میں اپنے ذاتی اور گروہی مفادات پورا کرنے کے حربے ڈھونڈ رہے ہیں۔ الغرض! پورے ملک میں مجموعی طور پر ایک انتشار اور بوکھلاہٹ کی حالت طاری ہے۔

ایک طرف ملکی صورتِ حال مسلسل عدمِ استحکام سے دوچار ہے، دوسری طرف عالمی سامراجی قوتیں اس ریجن کے حوالے سے اگلے پچاس سال کی تزویراتی حکمتِ عملی بنانے کے لیے سرگرمِ عمل ہیں۔ افغانستان اور امریکا کے درمیان ''تزویراتی اشتراکِ کار کا معاہدہ'' (Strategic Partnership Agreement) وجود میں آچکا ہے۔ خطے کے اہم ترین ملک اور جنوبی ایشیا کے ''قلب'' افغانستان کے بارے میں علاقائی ممالک سر جوڑ کر بیٹھے ہوئے ہیں اور مستقبل کے اہم سیاسی، معاشی اور علاقائی فیصلے کرنے کے لیے عالمی سطح پر مشاورت ہو رہی ہے۔ ہر ملک اپنے قومی مفادات کے حصول کے لیے کام کر رہا ہے۔ اسی طرح پاکستان اور انڈیا کے درمیان تجارت کے معاملات آگے بڑھائے جا رہے ہیں۔ عالمی اقتصادی حالات دونوں ملکوں کو باہمی طور پر اقتصادی اور معاشی تعاون پر مجبور کر رہے ہیں۔ ایک اور اہم پڑوسی ملک چین کے ساتھ برسوں کے پیدا شدہ تعلقات نئے رخ اختیار کر رہے ہیں۔ اسی طرح پڑوسی ملک ایران کے ساتھ باہمی تعلقات میں رکاوٹیں کھڑی کرنے کے لیے سامراجی حربے نئی جہتیں اختیار کر رہے ہیں۔ ان معاملات کو درست خطوط پر استوار کرنے کے لیے بڑی سنجیدگی اور بڑے ذمہ دارانہ طرزِ فکر و عمل کی ضرورت ہے۔ عالمی دباؤ کے تناظر میں یہ تعلقات انتہائی اہمیت اختیار کیے ہوئے ہیں۔ اس طرح بین الاقوامی حالات گہرے تزویراتی شعور کے متقاضی ہیں۔ ایسے اہم ترین ایشوز پر ملکی مفادات کو سامنے رکھتے ہوئے قومی حوالے سے مضبوط مؤقف اپنانے اور بدلتے ہوئے حالات میں فعال کردار ادا کرنے کے لیے ضروری تھا کہ داخلی حوالے سے ملکی استحکام کو یقینی بنایا جاتا اور قومی مفاہمت کے ذریعے مضبوط سیاسی قیادت وجود میں لائی جاتی، تاکہ سامراجی قوتوں کے ایجنٹ کے طور پر کردار ادا کیے جانے کے بجائے آئندہ دور میں قومی مفادات کے مطابق اپنے ملکی اور بین الاقوامی حقوق کا تحفظ کیا جا سکتا ہے، لیکن بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ایسے اہم موقع پر ملک کے اداروں کا باہمی تضاد اور ملکی داخلی انتشار عالمی سامراجی قوتوں کے مفادات سے مطابقت پیدا کیے ہوئے ہے۔

چار پانچ سال قبل گزشتہ حکومت کے دور میں جو سیاسی اور اقتصادی ترقی ہوئی تھی اور قدرے ملکی استحکام پیدا ہوا تھا، اسے اس دورِ حکومت میں تباہ و برباد کر کے رکھ دیا گیا۔ نیز گزشتہ پچاس سال کے تجربے کے بعد پچھلی حکومت نے پیچیدہ علاقائی صورتِ حال کا مقابلہ کرنے کے لیے سیاسی قومی مفاہمت کی جو بنیاد رکھی تھی، اسے عدل کے اونچے ایوانوں میں بیٹھنے والوں نے ''انصاف'' کے نام پر سبوتاژ کر کے رکھ دیا ہے۔ عالمی سامراجی قوتوں کے اشارے پر ایک مخصوص ذہن کے ساتھ اس آرڈیننس کو منسوخ کیا گیا، جس نے قومی مفاہمت کی بنیاد رکھی تھی۔ اور وہ دن اور آج کا دن ملک میں استحکام پیدا ہونے کے بجائے اداروں کے درمیان تصادم اور انارکی کے اثرات بدترین شکل میں ظاہر ہو رہے ہیں۔ خاص طور پر فرسودہ خیالات کے حامل، جاگیردارانہ اور سرمایہ دارانہ کلچر کے رسیا، رجعت پسند سیاسی، مذہبی، صحافتی اور قانون کی بالادستی کے علم بردار افراد نے اس حوالے سے بڑا منفی کردار ادا کیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ہمارا ملک اس علاقے کے مستقبل کے حوالے سے فیصلہ کن مراحل میں داخل ہو چکا ہے۔ عالمی سامراجی قوتیں اپنے تزویراتی حکمتِ عملے طے کرنے میں مصروفِ عمل ہیں۔ ہمیں اس وقت ملکی استحکام اور قومی مفاہمت کی بنیاد پر مضبوط سیاسی قیادت اور اقتصادی قوت کی ضرورت ہے۔ اگر ہم نے وقت کی اس ضرورت کو سمجھتے ہوئے اجتماعی طور پر ملکی استحکام کے لیے کوشش نہ کی اور تمام قوتوں کے درمیان قومی مفاہمت کی اساس پر قومی مفادات کا تحفظ نہ کیا، تو اس کے خطرناک نتائج سامنے آئیں گے۔ خاص طور پر اس تناظر میں، جب کہ سامراج نے ہمارے ملک کو گزشتہ پچاس ساٹھ سال تک استعمال کر کے افغانستان کو اپنی پیش قدمیوں کا بیس کیمپ بنا لیا ہے۔ جس طرح آج سے پینسٹھ سال پہلے عالمی سامراجی قوتوں نے ریجنل سطح پر ممالک و اقوام کی آزادی کا راستہ روکنے کے لیے ہمیں اپنی ''گریٹ گیم'' کا حصہ بنایا اور سامراجی مفادات کے لیے استعمال کیا تھا، اسی طرح آج افغانستان میں بیٹھ کر سامراجی ''گریٹ گیم'' کھیلی جا رہی ہے۔ اس موقع پر ہمارے کیے ہوئے فیصلے اس خطے کی مستقبل کی سیاست و معیشت پر گہرے اثرات مرتب کریں گے۔ ماضی کی تاریخ سے سبق حاصل کرنے کا وقت تیزی سے گزرتا جا رہا ہے۔ ایسے ماحول میں زیادہ عقل مندی اور شعور سے مضبوط مؤقف اپنانے اور قومی مفاہمت پر مبنی سیاسی طاقت وجود میں لانے اور مضبوط معاشی اور اقتصادی قوت حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ اور یہ تبھی ممکن ہے، جب کہ ہم بحیثیتِ مجموعی قومی سوچ اور شعور کے ساتھ ملکی استحکام کے لیے سنجیدہ ہو کر کام کریں۔

مدیر اعلیٰ

rahimia.org

خطبہ جمعۃ المبارک

اجتماعی نقطہ نگاہ سے قرآنِ حکیم کے مطالعے کی اہمیت

شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا مفتی عبدالخالق آزاد صاحب

(مؤرخہ یکم جون 2012ء بمقام ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ، لاہور)

ضبط وتحریر: نفیس مبارک

نحمدهٗ ونصلّی علٰی رسوله الكريم، امّا بعد: قال اللّٰه تعالٰی: اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (9:15) **و قال النبیّ صلّی اللّٰه عليه وسلّم: "خيرُكم من تعلّم القرآن و علّمهٗ." صدق اللّٰه مولانا العظيم و صدق رسولهٗ النبی الكريم.**

معزز دوستو! کتابِ مقدس قرآنِ حکیم، اللہ کی وہ عظیم الشان کتاب ہے، جس میں گزشتہ چودہ سو سال میں کسی قسم کا کوئی تغیر وتبدل نہیں ہوا۔ اور وہ رہتی دنیا تک انسانی مسائل کے حل کرنے کے لیے بنیادی رہنمائی کی کتابِ مقدس ہے۔ قرآنِ حکیم نے خود اس حقیقت کی نشان دہی کی ہے اور اللہ پاک نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہم نے یہ قرآنِ حکیم انسانیت کے لیے نصیحت اور انسانیت کی یادداشت کے لیے نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک انبیا علیہم السلام کا تاریخی تسلسل اس حقیقت کی نشان دہی کرتا ہے کہ ہر دور کی انسانیت کو دنیا اور آخرت میں کامیاب بنانے کے لیے اللہ ربّ العزت نے انبیا علیہم السلام کا سلسلہ قائم کیا ہے۔ اور ہر نبی پر انسانیت کی رہنمائی اور اس کی فلاح و بہبود کے لیے وحیِ الٰہی نازل کی۔ کسی نبی پر یہ وحیِ الٰہی کتبِ مقدسہ کی صورت میں آئی ہے اور کچھ پر صحائف کی صورت میں نازل ہوئی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد انبیاؑ کا جو تسلسل شروع ہوا، ان میں انبیا علیہم السلام پر باقاعدہ کتابیں نازل ہوئیں۔ خود حضرت ابراہیم علیہ السلام پر صحیفوں کا نزول ہوا۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات، پھر حضرت داؤد علیہ السلام پر زبور، پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل اور ابراہیمی سلسلے کے آخری نبی، امام الانبیا، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر کتابِ مقدس قرآنِ حکیم نازل کی گئی۔ یہ کتابیں انسانی زندگی کی تہذیب و تشکیل کے لیے ہر دور میں آتی رہیں۔ انسانیت کا سماجی ارتقا مسلسل آگے بڑھتا رہا۔ انسانیت جب اپنی ذہنی بلوغت کی انتہا کو پہنچتی ہے تو نبی اکرمؐ دنیا میں مبعوث ہوئے۔ قرآنِ حکیم انسانی بلوغت کے اس دور میں تمام انسانی خصوصیات کا جامع بن کا نازل ہوا۔ اس میں گزشتہ تمام کتبِ الٰہیہ کی تعلیمات کا خلاصہ ہے۔ ''تورات'' کا ایک پارہ ''کتابِ پیدائش'' پڑھیں اور قرآنِ حکیم کی ''سورت البقرہ'' کا ابتدائی پاؤ پڑھیں تو وہ اُس پوری کتاب کا خلاصہ ہے۔ اور اس کے اہم اور بنیادی امور کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

قرآنِ حکیم ایسا جامع دستور العمل ہے، جو انسانیت کی تمام اکائیوں کے لیے یکساں طور پر مفید ہے۔ وہ انسانیت، دنیا کے کسی خطے، کسی علاقے، کسی زبان، کسی تہذیب، کسی دھرتی سے تعلق کیوں نہ رکھتی ہو، قرآنِ حکیم کے قوانین یکساں طور پر تمام انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے ہیں۔ اس لیے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کل انسانیت کی طرف ہے۔ گزشتہ انبیاؑ تو اپنی اپنی قوموں کی طرف مبعوث ہوئے، لیکن آپؐ کی بعثت تمام اقوامِ عالم اور تمام انسانیت کی طرف ہے۔ اس لیے قرآنِ حکیم نے کل انسانیت کو اپنا مخاطب بنایا ہے۔ کل انسانیت کے مسائل زیرِ بحث لاکر ان کی رہنمائی فرمائی ہے۔

انسانیت کی زیادہ سے زیادہ سطح، بین الاقوامی حوالے سے معاشرے کی تشکیل کی ہے۔ سماجی حوالے سے اس سے اوپر انسانیت کی پرواز نہیں ہے۔ دنیا کے کرۂ ارض پر بسنے والے تمام انسان، بلکہ قرآن کے الفاظ میں تمام اِنس و جن، ان کی زیادہ سے زیادہ پرواز اس کرۂ ارض پر اپنے اجتماعی معاملات کو حل کرنے کے بارے میں ہے۔ قرآنِ حکیم نے نوعِ انسانیت کے بین الاقوامی اجتماع کی جو ضروریات اور تقاضے تھے، ان کے بارے میں مکمل رہنمائی دی ہے۔ اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھنا چاہیے کہ گرد وپیش کے حقائق کا کھوج لگا کر چیزوں کی دریافت کرلینا اَور عمل ہے، یہ تو مسلسل جاری رہے گا۔ آج سے دس، بارہ، پندرہ، بیس ہزار سال پہلے بھی پانی تھا، اس کے خواص وتاثیرات اُس وقت بھی تھے اور آج بھی ہیں۔ انسانیت کے لیے فوائد کے حوالے سے، انسانیت کی ترقی اور فلاح و بہبود اور اُس کے وجود کی بقا میں پانی آج سے سات آٹھ ہزار سال پہلے، جب کہ حضرت آدمؑ پیدا ہوئے، اُس زمانے میں بھی کام کر رہا تھا، آج بھی کام کر رہا ہے۔ اگر اُس زمانے کے انسان کو یہ نہیں معلوم تھا کہ پانی کے دو بڑے بنیادی اجزا ہیں: آکسیجن اور ہائیڈروجن، اُس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ آج آپ کو معلوم ہوگیا ہے، یہ مادہ تو پہلے سے موجود ہے۔ اس کی کھوج لگا کر اس کی حقیقت معلوم کرلینا یہ زیادہ سے زیادہ دریافتوں کا عمل ہے، لیکن اس کا انسانیت دوست استعمال یا انسانیت دشمن استعمال، یہ مسئلہ قابیل کے زمانے میں بھی تھا اور آج امریکی سامراج کے زمانے میں بھی ہے۔ اس زمانے میں بھی ہابیل نے قابیل کے مقابلے پر انسانیت کے احترام کی ایک کوشش کی، اور آج بھی جو انسانیت دوست قوتیں ہیں، وہ انسانیت دشمن قوتوں سے برسرِ پیکار ہیں۔

دیکھنا یہ ہے قرآنِ حکیم نے انسانی سماج کے مختلف اجتماعی پہلوؤں کے حوالے سے رہنمائی دی ہے اور یہ غیر متبدل ہے۔ یہ قیامت تک کے لیے انسانیت پر اثر انداز ہوگی۔ اس لیے اس دور کا انسان اپنے دور کے تناظر میں قرآنِ حکیم سے رہنمائی حاصل کرتا ہے تو کامیابی اور کامرانی کی منازل طے کرتا ہے۔ لیکن اگر اسی قرآنِ حکیم کو نظر انداز کرتا ہے، تو خدا کا کوئی نقصان نہیں۔ نہ ہی اس کے نبی پر نازل ہونے والی کتاب کا کوئی نقصان ہے۔ نقصان انسانیت کا ہے کہ جو اس کی روشنی میں اپنے مسائل حل کرنے کے لیے کردار ادا نہیں کرتی۔ حقیقت یہ ہے کہ اس آخری کتاب کا انسانی زندگی پر جو اثر اور نتیجہ ہے، اُسے آج سمجھنے کی ضرورت ہے۔

دیکھئے! علم سے جہالت اور قانون سے ناواقفیت، ناواقف اور جاہل کو نقصان پہنچاتی ہے۔ آپ کو یہ قانون معلوم نہیں کہ ٹریفک لیفٹ ہینڈ چلتی ہے یا رائٹ ہینڈ اور مجھے کس طرف چلنا ہے، تو جہالت کے باوجود جو ٹریفک رول کی خلاف ورزی کرے گا، سزا اُسے بھگتنی ہے، چوٹ اُسے کھانی ہے، نقصان اسے اٹھانا ہے۔ اور جو قانون کی پابندی کرے گا، فوائد اور ثمرات بھی اُس کے لیے ہیں۔ کتابِ مقدس قرآنِ حکیم عالم گیر ضابطہ ہے، انسانیت کی فلاح و بہبود اور ترقی کا ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ اب اس قانون سے ناواقفیت، اس کا عدمِ شعور، اُن تمام لوگوں کے لیے اُسی طرح مضر ہے، جو اس سے رہنمائی حاصل نہیں کرتے یا اس سے جہالت کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اب اس لیے یہ بات انتہائی ناگزیر ہو جاتی ہے کہ خاص طور پر وہ لوگ، جو

کتابِ مقدس قرآنِ حکیم عالم گیر ضابطہ ہے، انسانیت کی فلاح و بہبود اور ترقی کا ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ اب اس قانون سے ناواقفیت، اس کا عدمِ شعور، اُن تمام لوگوں کے لیے اُسی طرح مضر ہے، جو اس سے رہنمائی حاصل نہیں کرتے یا اس سے جہالت کا ارتکاب کرتے ہیں۔

rahima.org

اس کتاب پر ایمان کے دعوے دار ہیں، اس سے رہنمائی حاصل کریں۔ جو اس کتاب کو مانتا نہیں، وہ اس کتاب کا مخاطب نہیں ہے، اس کے لیے تو صرف اتنی ہی دعوت ہے کہ وہ اس کتاب کو تسلیم کرے۔ لیکن جو اس کتاب کو تسلیم کرنے اور اس پر ایمان لانے کا دعویٰ کرتا ہے، اُس کے لیے لازم ہے کہ وہ اس کتابِ مقدس سے اپنی ناواقفیت اور جہالت کو دور کرے۔ وہ یہ جاننے کی کوشش کرے کہ اس کتاب میں کیا ہے۔ کیا یہ محض تعویذ گنڈے کی کتاب ہے۔ کیا یہ کہیں کھانے پینے پر پڑھنے پڑھانے اور کھانا کھلانے کی کتاب ہے۔ کیا یہ کتاب محض جزدانوں میں سجا کر، مقدس ایوانوں کے دبیز لبادے میں چھپا کر رکھنے کی کتاب ہے۔ کیا اس کے سامنے محض عجز وانکساری کا رسمی اعلان کر کے ہم کامیاب ہو جائیں گے؟ نہیں!

کتابِ مقدس قرآنِ حکیم وہ دستاویز ہے، جو سوسائٹی کی تشکیل میں ایک فعال کردار ادا کرتی ہے۔ عربی میں ''کتاب'' اُس قانون اور ضابطے کو کہا جاتا ہے، جو سوسائٹی پر اثر انداز ہو اور اس پر حکومت کرے۔ جو تحریر سوسائٹی پر اثر انداز نہیں، محض طاقوں میں سجائی جائے، اُسے کتاب نہیں کہا جاتا۔ وہ ایک افسانہ ہے، ایک کہانی ہے، ایک حکایت ہے، زیادہ سے زیادہ ایک لذت آگیں تحریر ہے اور بس! کتاب وہ تحریری آئین ہے، وہ قانون اور ضابطہ ہے، جو سوسائٹی کے تمام شعبوں پر براہِ راست اثر انداز ہوتا ہے۔ یعنی جو سوسائٹی اُس کتاب کو اپنی کتاب مانے، اُس سوسائٹی کا کوئی پہلو اُس کتاب کے دائرے سے باہر نہیں ہونا چاہیے۔ اور اگر ایسی بات ہے تو وہ سوسائٹی کی کتاب نہیں۔ کسی بھی ملک کا آئین اور قانون اس ملک کی مقدس کتاب ہوتی ہے۔ اور سوسائٹی کے تمام پہلو اور دائرہ ہائے کار اُس آئینی، قانونی کتاب کو تسلیم کرتے ہیں، تحریری آئین جن جن اقوامِ عالم میں موجود ہے، اُن تمام اقوام میں اپنے اُس آئین اور دستور کے مطابق تمام ادارے فعال کردار ادا کرتے ہیں۔ یہ نہیں کہ کتاب میں تو کچھ اور لکھا ہو اور عمل درآمد کچھ اور ہو رہا ہے۔

> **الحمد للہ! حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ کی زیرِ سرپرستی اس دورۂ تفسیر کا بنیادی مقصد نوجوانوں کے سامنے قرآنِ حکیم کے شعور اور فہم وبصیرت کو اس حوالے سے پیدا کرنا ہے کہ وہ اس دور کے مطالبات کے تناظر میں قرآنِ حکیم کے بنیادی افکار ونظریات اور تعلیمات سے آگہی حاصل کرے۔**

ہمارا حال کیا ہے، ذرا ملاحظہ کیجیے کہ ہم 1973ء کے آئین کو اپنا دستور ماننے کا اعلان کرتے ہیں اور اس دستور میں لکھا ہوا ہے کہ کوئی غیر ملکی شہری اور ڈبل شہریت رکھنے والا، ملک کا حکمران نہیں ہو سکتا۔ اس کے علی الرغم دو دفعہ آپ کے ملک کے ایسے وزرائے عظم مقرر ہو چکے ہیں، جو ڈبل شہریت رکھتے تھے۔ ماشاء اللہ آپ کا اجتماعی کردار شروع سے ہی ایسا ہے کہ آپ جس آئین کو مانتے ہیں، اُس کی بقا کے قانونی ضابطوں کو تسلیم نہیں کرتے۔ یہی حال ہم نے کتابِ مقدس قرآنِ حکیم کے ساتھ کیا ہوا ہے کہ اس کتاب کو مانتے بھی ہیں، لیکن دم درود کے لیے، محض رسمی طور پر پڑھنے پڑھانے کے لیے، کھانے پینے کی اشیا پر پڑھنے کے لیے، تعویذ گنڈوں کے لیے، طاقوں میں سجانے کے لیے، لیکن اس کتاب کا جو اثر ہماری اجتماعی زندگی پر ہو، اس کو شعوری طور پر پڑھنے پڑھانے، سمجھنے سمجھانے، عقل وبصیرت کے ساتھ اس کے سیاسی، معاشی اور عمرانی نظام قائم کرنے جیسے اہم فرائض کو ہم پس پشت ڈالتے ہیں۔ اس کی طرف کوئی توجہ نہیں۔ مسلمان نوجوان قرآن پر ایمان کا دعوے دار ہے۔ اُس کے والدین بھی قرآن کو مانتے ہیں، وہ بھی قرآن کو مانتا ہے، لیکن قرآن کی تعلیمات کا نہ اُس نوجوان کو شعور ہے، نہ اس کے تعلیمی نظام میں اس پر کوئی گفتگو ہوتی ہے، نہ اس کی سوسائٹی میں اس کے حوالے سے کوئی بات چیت ہوتی ہے اور نہ ہی سوسائٹی کے اجتماعی تقاضوں کی تکمیل کتابِ مقدس کی روشنی میں ہے۔ کتنا بڑا تضاد ہے! غضب خدا کا! کہ اللہ کی کتاب ماننے کا اعلان اور اس خدا کی کتاب کا عملی زندگی سے کوئی تعلق نہیں۔ عمل تو بعد میں ہوتا ہے، پہلے علم اور شعور ہوتا ہے۔

قرآن کے علم وشعور کا کیا حال ہے؟ یہ ہمارے سامنے ہے۔ سیاسی، معاشی اور سماجی نقطہ نگاہ سے قرآن کا علم وشعور ہمارے تمام تعلیمی اداروں، خواہ وہ مذہب کے نام سے ہوں یا عصری تعلیم کے نام سے ہوں، غائب ہے۔ قرآنِ حکیم سوسائٹی کی تشکیل کے لیے جو علم، شعور، نظریہ، سوچ اور فکر دیتا ہے، ہماری اجتماعی زندگی اس سے قطعاً بے بہرہ ہے۔ سماجی تشکیل کے تقاضے کیا ہیں؟ سماج کی ضروریات کیا ہیں؟ قومی اور بین الاقوامی سطح پہ انسانوں کے تعلقات کیا مطالبات کر رہے ہیں؟ اور پھر قرآنِ حکیم ان تمام مطالبات کے سلسلے میں ہماری کیا رہنمائی کرتا ہے؟ وہ کس حوالے سے ہمارے اندر سوسائٹی کی تشکیل کا منہج قائم کرنا چاہتا ہے؟ یہ ہمارے پیشِ نظر نہیں۔ خاص طور پر قرآنِ حکیم نے انسانی زندگی کے سماجیاتی ڈھانچے کے بارے میں کیا کہا ہے؟ عمرانی نقطہ نظر سے قرآنی تعلیمات سے آگہی، سیاسی حوالے سے معاشرے کی تشکیل کا فکر، معاشی نقطہ نگاہ سے قرآنِ حکیم کا انسانی سوسائٹی پر اثر، سماجی اقدار کے تناظر میں افراد کے درمیان باہمی تعلقات کا نہج، قرآنِ حکیم کی روشنی میں کیسے طے پانا چاہیے؟ ہمارا اِجتماعی شعور، ان تمام چیزوں کا انکار کرتا ہے، بلکہ ہماری سوسائٹی میں سماجی حوالے سے دینی شعور نام کی کوئی چیز موجود نہیں۔ کیوں؟ اس لیے کہ قومیں جب غلام بنتی ہیں اور آقاؤں کے احکامات کے مطابق سوسائٹی کی تشکیل کرتی ہیں، تو ان کا کوئی قومی نقطہ نگاہ نہیں ہوتا۔ وہ دراصل سامراجی مقاصد کے زیر اثر ہوتی ہیں۔ سامراجی انداز وافکار اور ان کی تعلیمات کے زیر اثر کردار ادا کرتی ہیں۔ ہمارا المیہ یہی ہے کہ ہم نہ صرف اپنے قومی شعور سے عاری ہیں، بلکہ جس مذہب کو مانتے ہیں، جس کتاب پر ایمان رکھتے ہیں، اُس کے بین الاقوامی شعور سے بھی بے بہرہ ہو چکے ہیں۔ یہ افسوس ناک صورتِ حال ہے، جو ہمارے تعلیمی نظام میں ہے اور ہمارے گرد وپیش کے ماحول، ہماری سیاست، معیشت، تہذیب اور کلچر میں موجود ہے۔ یہ اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ قرآنِ حکیم کو اپنی سوسائٹی کے مسائل کے حل کے تناظر میں سمجھا جائے۔ اگر ہماری سوسائٹی میں اجتماعی سطح پر یہ کام نہیں ہو رہا، تو کیا اس کا مطلب یہ ہونا چاہیے کہ قرآن کو چھوڑ دیا جائے، اس کام کو ترک کر دیا جائے؟ نہیں! اس کا مطلب یہ ہے کہ زیادہ توانائی کے ساتھ، زیادہ جرأت وہمت کے ساتھ، زیادہ محنت اور لگن کے ساتھ، قرآنی تعلیمات سے آگہی کے لیے جدوجہد اور کوشش کی جائے۔ اس حوالے سے شعوری کردار ادا کیا جائے۔ اس کے لیے ضرور وقت نکالا جائے کہ قرآنِ حکیم کا فہم سماجی تشکیل کے تناظر میں ہمارے سامنے آئے، جو سوسائٹی کے مختلف مسائل کے حوالے سے ہماری بنیادی طور پر رہنمائی کرے۔

ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور کا بنیادی مشن یہی ہے کہ آج ہمارے نوجوان کے سامنے قرآنِ حکیم کی تعلیم کے سیاسی، سماجی اور معاشی پہلو رکھے جائیں کہ جس کے ذریعے سے وہ قرآنی تعلیمات سے آگہی حاصل کر کے اپنی سوسائٹی کی سیاسی، سماجی اور معاشی تشکیل کے لیے کردار ادا کر سکے۔ اپنے قیام سے لے کر آج تک یہ ادارہ اس حوالے سے قرآنی خدمات سرانجام دے رہا ہے۔

بقیہ صفحہ نمبر 8 پر

رفتارِ کار ..... رپورٹ: محمد زبیر، بہاولپور

ناظم اعلیٰ ادارہ رحیمیہ کا دورۂ جنوبی پنجاب

ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ کے ناظم اعلیٰ حضرت مولانا مفتی عبدالخالق آزاد صاحب نے جنوبی پنجاب ریجن کا دس روزہ دورہ کیا۔ 19/ جون 2012ء بروز منگل کو لاہور سے مفتی صاحب روانہ ہوئے اور عصر سے کچھ پہلے ان کی مکی مسجد چشتیاں میں تشریف آوری ہوئی۔ جہاں حضرت مولانا مفتی عبدالقدیر صاحب مہتمم جامعہ اشاعت العلوم اور مولانا رانا ارشاد احمد خاں مہتمم جامعہ عثمانیہ مکی مسجد حسین کالونی چشتیاں وغیرہ احباب نے ان کا استقبال کیا۔ نمازِ عصر مکی مسجد میں ادا کی۔ اس موقع پر چشتیاں کے احباب جمع تھے۔ مہتمم جامعہ عثمانیہ نے مہمانوں کی تواضع کی۔ کچھ دیر احباب کے ساتھ وہاں نشست رہی اور پھر مغرب کی نماز سے پہلے جامعہ اشاعت العلوم مرکزی جامع مسجد چشتیاں میں تشریف آوری ہوئی۔ نمازِ مغرب کے بعد مجلس ذکر منعقد ہوئی اور عشا کی نماز کے بعد جامعہ اشاعت العلوم کے طلبا میں تقسیم اسناد اور تکمیل قرآنِ حکیم و ختم بخاری شریف کی تقریب منعقد ہوئی۔ اس موقع پر حضرت اقدس رائے پوری کے مجاز مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی بھی بورے والا سے تشریف لے آئے۔ عشا کی نماز کے بعد مہتمم جامعہ اشاعت العلوم مولانا مفتی عبدالقدیر صاحب کی زیرِ صدارت اس تقریب کا اہتمام ہوا۔ جس میں سب سے پہلے مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی صاحب نے عظمتِ قرآن کے موضوع پر خطاب فرمایا اور پھر جن بچوں کا قرآنِ حکیم مکمل ہونا تھا، ان کا آخری سبق مولانا اطہر شاہ بخاری مہتمم مدرسہ امداد الرحیم مسجد سراجیہ دیپالپور نے پڑھایا۔ اس کے بعد مولانا عبدالنصیر نائب مہتمم نے جامعہ اشاعت العلوم کی کارکردگی اور طلبا کی تعلیمی حالت کا تعارف کرایا۔ اس کے بعد ختم بخاری شریف کے سلسلے میں بخاری شریف کے آخری دو ابواب کا درس حضرت مولانا مفتی عبدالخالق آزاد صاحب نے دیا اور احادیث کی اہمیت اور اس کے تناظر میں اپنی اجتماعی زندگی کو تبدیل کرنے کی اہمیت واضح کی۔ انھوں نے جامعہ کی انتظامیہ اور طلبائے علومِ حدیث کو مبارک باد دی اور طلبا میں اسناد تقسیم کیں۔ اس تقریب کا اختتام مفتی صاحب کی دعا سے ہوا۔

اگلے روز 20/ جون بروز بدھ کو ناظم اعلیٰ ادارہ رحیمیہ، سلسلۂ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے متعلقین اور خاص طور پر مولانا عبدالرحمٰن صاحب کی دعوت پر چک 98/F تحصیل چشتیاں میں تشریف لے گئے۔ یہاں پُرتکلف ناشتے اور احباب سے ملاقات کا اہتمام کیا گیا تھا۔ کچھ دیر وہاں قیام فرمایا اور تمام لوگوں کے لیے دعا کی۔ وہاں سے واپس آکر جامعہ اشاعت العلوم میں طلبا اور اساتذہ کے ساتھ ایک استفادہ نشست کا اہتمام کیا گیا تھا، جس میں اہم دینی موضوعات پر گفتگو ہوئی اور سوالات کے جوابات دیے گئے۔ سہ پہر کو حضرت مولانا حسین احمد علوی رحمۃ اللہ علیہ مجاز حضرت رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ کے مکان پر تشریف آوری ہوئی، جہاں خواتین و حضرات کے لیے مفتی صاحب نے درسِ قرآن دیا اور حضرت علوی صاحب کے متعلقین و متوسلین سے ملاقات کی۔ اس موقع پر مولانا محمد عبداللہ علوی صاحب اور جناب سعداللہ صاحب نے احباب کے لیے چائے کا بھی پُرتکلف اہتمام کیا ہوا تھا۔ نمازِ عصر کے بعد چشتیاں سے روانہ ہو کر شہر فرید آمد ہوئی۔ جہاں مولانا غلام مرتضیٰ صاحب نائب مہتمم مدرسہ احیاء العلوم شہر فرید اور جناب اکرام لکھویرا ایڈووکیٹ نے ناظم اعلیٰ ادارہ رحیمیہ کا استقبال کیا۔ نمازِ مغرب شہر فرید کی جامع مسجد میں ادا کی اور اس کے بعد مجلس ذکر منعقد ہوئی، جس میں سلسلۂ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے متعلقین نے بھرپور شرکت کی۔ عشا کی نماز کے بعد مفتی عبدالقدیر صاحب کی زیرِ صدارت تقریبِ تکمیل قرآنِ حکیم منعقد ہوئی۔ جس میں سب سے پہلے مولانا رانا ارشاد احمد خاں صاحب نے خطابِ عام فرمایا اور اس کے بعد جن بچوں کا قرآنِ حکیم مکمل ہونا تھا، انھیں حضرت مولانا مفتی عبدالقدیر صاحب نے آخری سبق پڑھایا۔ آخر میں حضرت مولانا مفتی عبدالخالق آزاد صاحب نے قرآنِ حکیم کی عظمت و اہمیت پر خطاب کیا۔ اس تقریب کا اختتام دعا سے ہوا۔

اگلے دن 21/ جون بروز جمعرات کو فجر کی نماز کے بعد شہر فرید سے روانہ ہو کر راستے میں ایک گاؤں ''اسلام نگر'' میں مفتی صاحب نے ایک مسجد اور مدرسے کا سنگِ بنیاد رکھا اور دعا کی۔ وہاں سے روانہ ہو کر ڈونگہ بونگہ تشریف آوری ہوئی، جہاں جامعہ عائشہ للبنات ڈونگہ بونگہ میں تقریبِ تکمیل صحیح بخاری میں شرکت کی۔ مہتمم جامعہ مولانا محمد طارق صاحب نے پروگرام کا آغاز کیا اور مدرسہ کی تعلیم و ترقی سے حاضرین کو آگاہ کیا۔ اس تقریب میں سب سے پہلے حضرت مولانا مفتی عبدالقدیر صاحب نے قرآنِ حکیم مکمل کرنے والی بچیوں کو آخری سبق پڑھایا اور عظمتِ قرآن پر گفتگو کی۔ اور پھر بخاری شریف کی آخری حدیث پر حضرت مولانا مفتی عبدالخالق آزاد صاحب نے درس دیا۔ اور فارغ ہونے والی بچیوں میں اسناد تقسیم کیں۔ دوپہر کو وہاں سے راونہ ہو کر ظہر کی نماز جامعہ تعلیم القرآن ریلوے مسجد ہارون آباد میں ادا کی۔ اور عصر کی نماز کے بعد بیکن ہاؤس اکیڈمی میں حضرت مولانا مفتی عبدالخالق آزاد صاحب نوجوان طلبا سے ایک اہم دینی موضوع پر خطاب کیا اور ان کے سوالات کے جوابات دیے۔ نمازِ مغرب کے بعد مجلس ذکر جامع مسجد ریلوے میں منعقد ہوئی۔ جس میں گرد و نواح کے سلسلۂ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے متعلقین نے بھرپور شرکت کی۔ عشا کی نماز کے بعد طلبا اور اساتذہ کے ساتھ استفادہ نشست کا اہتمام ہوا۔ احباب کے سوالات کے جوابات دیے گئے۔

اگلے روز 22/ جون بروز جمعۃ المبارک کو صبح کا ناشتہ جناب حاجی محمد یعقوب مجاز حضرت رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ کے گھر پر چک 19/3R میں کیا۔ پھر شہر واپسی ہوئی۔ نمازِ جمعۃ المبارک جامع مسجد ریلوے ہارون آباد میں ادا کی۔ نمازِ جمعۃ المبارک سے پہلے حضرت مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی نے خطاب فرمایا اور خطبہ اور نمازِ جمعہ حضرت مولانا مفتی عبدالخالق آزاد صاحب نے پڑھایا۔ نمازِ جمعہ کے بعد انھوں نے جامعہ تعلیم القرآن ریلوے مسجد میں نوجوانوں کے لیے پندہ روزہ دورۂ تفسیر کے آغاز کی افتتاحی نشست میں سورتِ فاتحہ پر درس دیا۔ اس موقع پر جامعہ تعلیم القرآن ریلوے مسجد کے نائب مہتمم مولانا عبدالرحیم طاہر صاحب نے مدرسہ کے حالات اور دورۂ تفسیر کی اہمیت پر بھی گفتگو کی۔ نمازِ جمعہ کے بعد ناظم اعلیٰ ادارہ رحیمیہ قصبہ جنڈ والا میں تشریف لے گئے، جہاں سلسلۂ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے متعلقین نے پُرتکلف چائے کا اہتمام کیا ہوا تھا۔ چائے کے بعد سب سے پہلے مدرسہ عزیزیہ جنڈ والا میں نئی مسجد کی تعمیر اور طلبا کی تعلیم و ترقی کے لیے دعا کی۔ اس کے بعد جامع مسجد جنڈ والا میں نمازِ عصر ادا کی۔ عصر کی نماز کے بعد جامع مسجد میں پورے گاؤں سے جمع ہونے والے احباب کے سامنے درسِ قرآنِ حکیم ارشاد فرمایا۔ وہاں سے روانہ ہو کر نمازِ مغرب سے پہلے دین پور متصل شہر بہاولنگر میں آمد ہوئی، جہاں حضرت مولانا صاحبزادہ عبدالقادر دین پوری مہتمم مدرسہ انوارِ ہدایت دین پور نے خوش آمدید کہا۔ نمازِ مغرب خانقاہ حضرت مولانا اللہ بخش بہاولنگری رحمۃ اللہ علیہ کی جامع مسجد میں ادا کی۔ اور اس کے بعد مجلس ذکر منعقد ہوئی، جس میں سلسلۂ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے تمام متعلقین نے بھرپور شرکت کی۔ اس کے بعد تقریبِ تکمیل قرآنِ حکیم کا انعقاد ہوا، جس میں

rahimia.org

سب سے پہلے مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی صاحب نے خطاب فرمایا اور ان کے بعد ناظم مدرسہ مولانا لطیف الرحمٰن صاحب نے مدرسے کا تاریخی تسلسل اور طلبا کی تعلیم و ترقی سے آگاہ کیا۔ اور پھر ناظم اعلیٰ ادارہ رحیمیہ مفتی عبدالخالق آزاد صاحب نے خطاب فرمایا۔ رات کا قیام دین پور میں ہی ہوا، جب کہ مفتی عبدالمتین نعمانی صاحب واپس بورے والا تشریف لے گئے۔

اگلے روز 23/جون بروز ہفتہ کی صبح ناشتے کا اہتمام مولانا محمد یعقوب صاحب کے مکان پر تھا۔ اس کے بعد بلدیہ ہال بہاولنگر میں نوجوانوں کے ایک اجتماع سے ناظم اعلیٰ ادارہ رحیمیہ نے ایک اہم دینی موضوع پر خطاب فرمایا اور سوالات کے جوابات دیے۔ یہاں سے فارغ ہوکر چشتیاں میں سلسلہ رحیمیہ سے متعلق ایک دوست ڈاکٹر محمد ناصر کا نکاح پڑھایا اور پھر شام کو حاصل پور تشریف آوری ہوئی۔ عصر کی نماز کے بعد حاصل پور میں ایک کالج کے ہال میں نوجوانوں کے ایک اجتماع سے مفتی صاحب نے خطاب فرمایا اور سوالات کے جوابات دیے۔ نمازِ مغرب کے بعد پروفیسر ظفرالاسلام صاحب کے مکان پر مجلس ذکر کا اہتمام تھا، جس میں سلسلۂ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے متعلقین نے بڑی تعداد میں شرکت کی۔ ذکر کے بعد انھی کی رہائش گاہ پر ایک اہم نشست میں ناظم اعلیٰ ادارہ رحیمیہ نے ''عصرِ حاضر کے مسائل کا حل قرآنِ حکیم کی تعلیمات کی روشنی میں'' کے موضوع پر مفصل خطاب فرمایا اور شرکا کے سوالات کے تفصیلی جوابات دیے۔ دعا سے اس نشست کا اختتام ہوا۔

اگلے روز 24/جون اتوار کی صبح حاصل پور سے روانہ ہوکر لڈن کے قریب ''بستی حاکم'' میں حضرت رائے پوری کے متوسل جناب شفقت ایڈووکیٹ کے والدِ گرامی کے انتقال پر ان سے تعزیت کی۔ اس موقع پر بستی عاشق محمد کے جناب محمد جاوید صاحب بھی ہمراہ موجود تھے۔ کچھ دیر وہاں قیام اور دعا کے بعد جامعہ خدیجۃ الکبریٰ بورے والا میں تشریف آوری ہوئی۔ جہاں عصر سے پہلے طلبا اور اساتذہ نے مفتی صاحب سے استفادہ کیا۔ عصر کی نماز کے بعد جامعہ خدیجۃ الکبریٰ کے مہتمم جناب مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی صاحب کی زیرِ صدارت ایک عمومی سیمینار کا اہتمام ہوا، جس میں عارف والا اور گرد و نواح کے احباب کافی تعداد میں شریک ہوئے۔ اس موقع پر مولانا محمد ظہیر صاحب نے جامعہ خدیجۃ الکبریٰ کی تعلیمی ترقی سے آگاہ کیا۔ پھر ناظم اعلیٰ ادارہ رحیمیہ نے ''سماجی تبدیلی کے بنیادی تقاضے قرآنِ حکیم کی روشنی میں'' کے موضوع پر خطاب کیا۔ نمازِ مغرب کے بعد حسبِ معمول مجلس ذکر منعقد ہوئی، جس میں سلسلۂ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے احباب نے بھرپور شرکت کی۔ عشا کی نماز کے بعد احباب نے استفادہ کیا۔

اگلے روز 25/جون بروز سوموار کو ناشتے کے بعد بورے والا سے بہاولپور کے لیے روانگی ہوئی۔ راستے میں کچھ دیر کے لیے کہروڑپکا میں جناب قاری عبداللہ صاحب کے مکان پر قیام کیا، جہاں متعلقین سلسلہ جمع ہوگئے۔ مفتی صاحب نے وہاں کچھ دیر قیام کیا اور دعا کے بعد بہاولپور روانگی ہوئی۔ دوپہر دو بجے بہاولپور میں جناب پروفیسر ڈاکٹر ابرار محی الدین کے مکان پر تشریف آوری ہوئی، جہاں ان کے والدِ گرامی کے انتقال پر ان سے تعزیت کی۔ مفتی صاحب نے وہاں کچھ دیر قیام کیا اور پھر جناب جہانزیب صاحب کے مکان پر تشریف آوری ہوئی۔ مغرب کی نماز کے بعد ان کے مکان پر ہی مجلس ذکر ہوئی، جس میں احباب نے شرکت کی اور عشا کی نماز کے بعد علامہ اقبال کالج گوہر کیمپس میں ایک عمومی سیمینار کا اہتمام تھا۔ جہاں نوجوانوں کے بڑے اجتماع سے جناب مفتی عبدالخالق آزاد صاحب نے ''قرآنی تعلیمات کی روشنی میں عصر حاضر کے مسائل کے حل'' کے موضوع پر خطاب کیا اور سوالات کے جوابات دیے۔ یہاں تک کے سفر میں مولانا مفتی عبدالقدیر صاحب ناظم اعلیٰ کے ہمراہ رہے۔

اگلے روز 26/جون کی صبح ناشتہ جناب محمد اجمل خاں صاحب کے مکان پر کیا، جہاں دوستوں سے استفادہ نشست کا اہتمام بھی تھا۔ وہاں سے فارغ ہوکر دوپہر کو ملتان کے لیے روانگی ہوئی۔ عصر کی نماز سے پہلے ادارہ رحیمیہ ملتان کیمپس میں آمد ہوئی۔ جہاں احباب سے استفادہ نشست کا اہتمام تھا، اس میں شرکت ہوئی۔ اس موقع پر ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ کے صدر جناب ڈاکٹر مفتی سعیدالرحمٰن صاحب بھی تشریف لے آئے۔ اور پھر مغرب کی نماز کے بعد ادارہ میں ہی مجلس ذکر کا اہتمام تھا، جس میں سلسلۂ عالیہ رحیمیہ رائے پور سے تعلق رکھنے والے ملتان کے احباب نے شرکت کی۔ عشا کی نماز کے بعد ادارہ رحیمیہ ملتان ہی میں عمومی سیمینار کا اہتمام تھا۔ جس میں نواجوانوں نے بھرپور شرکت کی۔ اس سیمینار میں سب سے پہلے ناظم اعلیٰ ادارہ رحیمیہ نے ''قرآنِ حکیم کی تعلیمات کی روشنی میں عصر حاضر کے مسائل کے حل'' کے عنوان پر خطاب فرمایا اور پھر ان کے بعد صدر ادارہ ڈاکٹر سعیدالرحمٰن صاحب نے خطاب فرمایا، جس میں ادارہ رحیمیہ کی قرآنی تعلیمات کے فروغ کے حوالے سے کردار کا بہترین انداز سے تذکرہ کیا۔ اس کے بعد رات کا کھانا سلسلۂ عالیہ رحیمیہ کے قدیم متوسل جناب راؤ حبیب الرحمٰن صاحب کے مکان پر تھا اور وہیں رات کا قیام ہوا۔

اگلے روز 27/جون کی صبح ناشتہ پیر کالونی ملتان میں جناب چوہدری رشید احمد صاحب کے مکان پر ہوا۔ وہاں سے فارغ ہوکر چیچہ وطنی کے لیے روانگی ہوئی۔ راستے میں کچھ دیر کے لیے خانیوال قیام کیا اور پھر چیچہ وطنی میں نمازِ ظہر کے بعد ڈاکٹر عتیق الرحمٰن کے مکان پر عمومی استفادہ نشست میں شرکت کی۔ جہاں مفتی صاحب نے دوستوں کے سوالات کے جوابات دیے۔ پھر عصر کی نماز جناب راؤ حفیظ الرحمٰن کے مکان پر ادا کی اور وہاں کچھ دیر قیام کے بعد ساہیوال کے لیے روانگی ہوئی۔ جہاں جامعہ ملیہ اسلامیہ مسجد شہدا میں مولانا مفتی امجد علی صاحب نے استقبال کیا۔ نمازِ مغرب اور مجلس ذکر جامعہ ملیہ میں ہوئی اور اس کے بعد ایک کالج کے ہال میں عمومی سیمینار کا اہتمام تھا، جس میں ''عصر حاضر کے مسائل کا حل قرآنی تعلیمات کی روشنی میں'' کے موضوع پر ناظم اعلیٰ ادارہ رحیمیہ نے خطاب کیا اور سوالات کے جوابات دیے۔ رات کا قیام ساہیوال میں ہوا۔ اگلے روز 28/جون صبح اوکاڑہ میں جناب اشفاق علی صاحب کے مکان پر کچھ دیر قیام کیا اور احباب سے ملاقات کی۔ دعا کے بعد لاہور کے لیے روانگی ہوئی اور شام 3 بجے ادارہ رحیمیہ لاہور میں آمد ہوئی۔ اس طرح دس روزہ دورہ مکمل ہوا۔

ادارہ رحیمیہ میں اجتماعی قربانی کا انتظام

گزشتہ سالوں کی طرح اس سال بھی ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) مین کیمپس لاہور میں اجتماعی قربانی کا انتظام کیا گیا ہے، جو احباب اپنے یا اپنے دوستوں اور احباب کے قربانی میں حصص رکھنا چاہیں، وہ ادارہ کے مرکزی دفتر میں حافظ محمد شفیق صاحب سے رابطہ کر کے اجتماعی قربانی کے سلسلے میں ادارہ میں اپنا نام درج کروالیں۔

اسی طرح ادارہ رحیمیہ کے تمام کیمپسز اور دیگر شہروں کے مراکزِ رحیمیہ میں چرمہائے قربانی اکٹھا کرنے کا نظم بھی قائم کیا گیا ہے۔ تمام احباب سے درخواست کی جاتی ہے کہ چرمہائے قربانی اکٹھا کرنے کے لیے ملک بھر میں ادارہ کے قائم کردہ مراکز میں کارکنان اور معاونین رحیمیہ سے بھرپور تعاون فرمائیں۔ جزاکم اللّٰہ خیر الجزاء.

بقیہ خطبہ جمعہ

الحمدللہ! آج سے ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ میں قرآنِ حکیم کا دورۂ تفسیر شروع ہورہا ہے۔ اور آئندہ سترہ روز تک یہ دورۂ تفسیر جاری رہے گا۔ اس دورۂ تفسیر میں اس حوالے سے پوری رہنمائی دی جائے گی کہ یہ الٰہی قانون اور دستورالعمل آج کے اس بدلتے ہوئے دور کے تقاضوں میں ہماری سماجی تشکیل کے لیے کیا رہنمائی کرتا ہے۔ اور نہیں تو کم از کم ان سترہ دنوں میں یہ احساس جاگزیں ہوجائے، یہ شعور پیدا ہوجائے، یہ احساس ہمارے اندر ابھر کر آجائے کہ ہم اپنی عملی زندگی میں چوبیس گھنٹے میں کچھ وقت ضرور نکالیں، جس میں قرآنِ حکیم کی چند آیات کے مطالعے کی روشنی میں ہم سماجی تشکیل کے ضابطے معلوم کریں۔ قرآن کی وہ آیت، جو ہم نے تلاوت کی ہو، وہ سورت، جو ہم نے پڑھی ہو، اس کے معنی اور مفہوم کو جاننے کی کوشش کریں کہ یہ آیت ہم سے کس بات کا مطالبہ کرتی ہے۔ انسانی سماج کی تشکیل کے حوالے سے کیا فکر دے رہی ہے، کیا نظریہ واضح کر رہی ہے۔ اب تو صورتِ حال یہ ہے کہ اول تو ہمارا قرآن سے تعلق نہیں ہے، اور اگر قرآنِ حکیم پڑھتے بھی ہیں تو محض رسمی تلاوت کے طور پر پڑھتے ہیں۔ یقیناً قرانِ حکیم کی تلاوت ضرور باعثِ ثواب ہے، اس پر اجر ملتا ہے، لیکن مکمل فائدہ تب ہی ہے کہ جب ہمیں تلاوت کردہ آیتِ مبارکہ کا حکم بھی معلوم ہو۔ کہ جس قانون کو ہم پڑھ رہے ہیں، یہ سماجی تشکیل کے حوالے سے کیا رہنمائی دیتا ہے۔ آج جب کہ ہم بہت سے پیچیدہ مسائل اور مشکلات سے دوچار ہیں، مسائل اور مشکلات کی گرداب میں ہیں۔ دنیا بھر کے دو نظام ہائے حیات: کیپٹل اِزم اور سوشل اِزم انسانیت کو امن دینے سے قاصر ہو چکے ہیں۔ انسانی عقل کے سوچے ہوئے نظام سوسائٹی کی ضروریات پورا کرنے میں ناکام ہو چکے ہیں۔ ایسے دور میں قرآن کو ماننے والے ڈیڑھ ارب مسلمان اگر سوسائٹی کے مسائل کے حوالے سے اپنی کتاب قرآنِ حکیم کا شعور نہیں رکھتے اور سوسائٹی کی تشکیل کے لیے صحیح رہنمائی فراہم نہیں کرتے تو یہ بہت بڑا المیہ ہے۔ آج ہمیں قرآنِ حکیم اس تناظر میں سمجھنا ہے کہ یہ ہمیں دوٹوک انداز میں قومی اور بین الاقوامی سطح کی تشکیل کے لیے کیا رہنمائی کرتا ہے۔

الحمدللہ! حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ کی زیرِ سرپرستی اس دورۂ تفسیر کا بنیادی مقصد نوجوانوں کے سامنے قرآنِ حکیم کے شعور اور فہم و بصیرت کو اس حوالے سے پیدا کرنا ہے کہ وہ اس دور کے مطالبات کے تناظر میں قرآنِ حکیم کے بنیادی افکار و نظریات اور تعلیمات سے آگہی حاصل کرے۔ جو احباب پاکستان بھر سے اس کے لیے وقت نکال یہاں تشریف لائے ہیں، یقیناً انھیں اس سے قرآنی شعور کے حوالے سے رہنمائی حاصل ہوگی اور پھر اس تناظر میں عملی زندگی کا وہ جذبہ بیدار ہوگا، جس کی روشنی میں ہم اپنی سماجی زندگی کی جدوجہد اور کوشش کو ایک حتمی اور قطعی شکل دے سکیں گے۔ اللہ سے دعا ہے کہ ہمیں قرآنِ حکیم کا صحیح فہم و شعور نصیب فرمائے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

دینی مسائل

اس صفحے پر قارئین کے سوالات کے جوابات دیے جاتے ہیں!

از جناب مفتی عبدالغنی قاسمی شعبہ دارالافتاء ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

براہِ راست سوالات پوچھنے کے لیے رابطہ کریں: 0321-4431184

سوال (1): مسافر امام نے نماز پڑھائی۔ مقتدی کچھ تو مسافر ہیں، جب کہ اکثر مقیم ہیں اور امام نے بھول کر قصر کی بجائے پوری نماز پڑھادی اور آخر میں سجدۂ سہو بھی کرلیا تو کیا یہ نماز درست ہوئی یا نہیں؟

غلام عباس، اسلام آباد

جواب: اس صورت میں مسافر امام اور مسافر مقتدیوں کی نماز درست ہے، جب کہ مقیم نمازیوں کی وہ نماز نفل ہوگئی اور فرض ادا نہیں ہوا۔ جس کا دوبارہ پڑھنا ضروری ہے۔

سوال (2): میں نے بچوں کے لیے پلاٹ خریدا ہوا ہے۔ برائے مہربانی بتایئے کہ اس پلاٹ سے زکوٰۃ ادا کرنی پڑے گی یا نہیں؟

زوجہ شمشیر علی، لاہور

جواب: ایسا پلاٹ، جو تجارت کے ارادے سے نہیں خریدا، اس پر زکوٰۃ واجب نہیں۔

سوال (3): میرا مہر دس تولہ سونا نکاح کے وقت مقرر ہوا تھا، لیکن تقریباً پانچ سال تک شادی کے بعد شوہر نے مہر ادا نہیں کیا۔ کیا مہر کی وصولی کے بعد گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی یا نہیں؟

مسز رفعت اسما، راولپنڈی

جواب: مہر کی مالیت پر زکوٰۃ، اس کے وصول کرنے کے بعد سے ہوگی۔ سال ہائے گزشتہ کی زکوٰۃ واجب نہیں۔

سوال (4): میں کسی جگہ ملازم نہیں ہوں اور میرے پاس مستقل آمدن بھی نہیں ہے، البتہ مجھے والدین نے تقریباً دس لاکھ روپے ہبہ کیے ہیں۔ اس کے علاوہ میرے پاس 1/2 تولہ سونا بھی ہے، جو کہ میں کبھی کبھار استعمال کرتی ہوں۔ میرے لیے زکوٰۃ کا کیا حکم ہے؟

مریم علی، رحمان پورہ، لاہور

جواب: آپ زکوٰۃ کے نصاب کی مالک ہیں، اس لیے آپ پر زکوٰۃ واجب ہے۔ کرنسی اور سونے کی قیمت جمع کر کے کل رقم پر 2.1/2 فی صد کے حساب سے زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے۔

سوال (5): ایک شخص کو روزے میں احتلام ہوگیا، جس سے وہ سمجھا کہ روزہ ٹوٹ چکا ہے۔ چناں چہ بعد میں اس نے کھانا کھالیا تو کیا اس صورت میں کفارہ لازم آتا ہے یا نہیں؟

محمد دلشاد، حاصل پور

جواب: احتلام سے روزہ نہیں ٹوٹتا، لیکن اگر کسی شخص نے غلطی سے یہ سمجھ کر کہ روزہ ٹوٹ گیا ہے، روزہ افطار کرلیا تو کفارہ نہیں، صرف قضا لازم ہے۔

مجلس مشاورت

حضرت مولانا عبدالقادر دین پوری (بہاولنگر) — محترم انجینئر آفتاب احمد عباسی (کراچی)
حضرت مولانا رشید احمد (ڈیرہ اسماعیل خان) — محترم سید خالد ریاض بخاری (واہ کینٹ)
محترم سید مطلوب علی زیدی (لاہور) — حضرت مولانا عبداللہ عابد سندھی (شکارپور)
حضرت مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی (بورے والا) — حضرت مولانا مفتی محمد اشرف عاطف (سعودی عرب) — حضرت مولانا ڈاکٹر تاج افسر (اسلام آباد)
حضرت مولانا مفتی عبدالقدیر (چشتیاں) — محترم ڈاکٹر لیاقت علی شاہ معصومی (سکھر) — حضرت مولانا محمد ناصر عبدالعزیز (جھنگ)
حضرت مولانا مفتی عبدالغنی قاسمی (لاہور) — محترم حاجی محمد بلال بلوچ (قاضی احمد) — حضرت مولانا قاضی محمد یوسف (حسن ابدال)
حضرت مولانا مفتی محمد مختار حسن (نوشہرہ) — محترم ڈاکٹر عبدالرحمٰن راؤ (سرگودھا) — محترم قاری محمد ایاز جدون (مانسہرہ)

پرچہ ہر ماہ کی 3 اور 4 تاریخ کو ارسال کر دیا جاتا ہے۔
ممبرشپ کی رقومات کی ترسیل بنام
''رحیمیہ لاہور'' میزان بینک قرطبہ چوک برانچ لاہور
اکاؤنٹ نمبر: 0219-0100328009 پر کریں!

مدیر اعلیٰ مفتی عبدالخالق آزاد طابع و ناشر نے
اے۔ جے پرنٹرز 28/A نسبت روڈ، لاہور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ ''رحیمیہ'' رحیمیہ ہاؤس
33/A کوئینز روڈ، لاہور سے جاری کیا۔